حسرت موہانی

۱۸۷۵ء ——————— ۱۹۵۱ء

حالات زندگی

سید فضل الحسن نام اور حسرت تخلص تھا ضلع اناؤ (یوپی) کے ایک قصبہ موہان میں ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے والد کا نام سید اظہر حسن تھا ان کے جد اعلیٰ نیشا پور سے ترک وطن کر کے موہان میں آباد ہوئے تھے۔ حسرت نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی ۱۸۹۵ء میں فتح پور سہوہ سے میٹرک پاس کیا اس کے بعد علی گڑھ چلے گئے جہاں سے ۱۹۰۳ء میں بی اے پاس کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے سرکاری ملازمت کے بجائے علی گڑھ سے ایک ادبی رسالہ "اردوئے معلیٰ" نکالا۔ اس میں ادبی مضامین کے ساتھ ساتھ سیاسی مضامین بھی ہوتے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں حسرت نے اردوئے معلی میں ایک بے نام صاحب قلم کا ایک مضمون مصر کے مشہور رہنما مصطفیٰ کامل کے انتقال پر شائع کیا جس میں مصر میں انگریزوں کی پالیسی پر تنقید کی گئی جس کی پاداش میں حسرت کو دو سال کی سزا ہوگئی ان کا کتب خانہ اور پریس ضبط کرلیا گیا۔ چکی کی مشقت والا شعر اسی قید کی یادگار ہے ۱۹۱۶ء میں حسرت دوبارہ قانون تحفظ ہند کے تحت گرفتار کرلئے گئے اور صفائی کا موقع بھی نہ دیا گیا۔ مولانا کی گرفتاری پر سخت احتجاج ہوا لیکن حکومت پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ان کو ملک کی مختلف جیلوں میں رکھا گیا۔ انگریزوں نے حسرت کی رہائی کے لئے چند شرائط رکھیں جنہیں انہوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ اس دو سال کی قید کے دوران حسرت کو قید تنہائی بھی کاٹنی پڑی اس کے بعد بھی وہ آزادی کی تحریک کے دوران کئی بار جیل گئے۔ حسرت نے انتہائی سادہ زندگی گزاری اور کئی حج کئے ۱۹۵۱ء میں لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ شعر و شاعری میں حسرت تسلیم لکھنوی کے شاگرد تھے پوری زندگی سیاسی مشاغل کے ساتھ ساتھ حسرت شعر و ادب کی خدمت کرتے رہے۔

خصوصیات کلام

رنگ تغزل

جدید اردو شاعری کے آغاز سے غزل کو سخت نقصان پہنچا تھا اور حالی نے یہ کہہ کر

اب گئے حالی غزل خوانی کے دن
راگنی بے وقت کی گاتے ہو کیا

غزل کی طرف سے عام بیزاری پیدا کردی تھی۔ سرسید تحریک نے ادب کے ہر گوشہ کو متاثر کیا تھا۔ جس سے ادب اور زندگی میں تعلق پیدا ہوگیا تھا لیکن غزل کی طرف سے بے اعتنائی برتی گئی اور لوگ اس میدان میں قدم رکھتے ہوئے گھبرانے لگے۔ ان حالات میں حسرت نے جس طرح اپنی زندگی آزادی کی جدوجہد کے لئے وقت کردی اسی طرح انہوں نے غزل کی مسیحائی کو اپنا نصب العین بنالیا ان سے اردو غزل کا نشاۃ الثانیہ شروع ہوتا ہے۔

حسرت کے یہاں غزل کی روایت کا گہرا شعور ملتا ہے لیکن ان کے یہاں موضوعات روایتی نہیں ہیں۔ ان کا اصل سرمایہ عشقیہ شاعری ہے جو ارضی و جسمانی ہے اور قلبی وارداتوں اور اس کی جاودانی کیفیتوں کی داستان ہے اس میں ایک شریف انسان کی سی پاکیزگی اور بلندی ہے۔ ان کی شاعری میں ایک سیدھے سادے انسان کے دل کا معاملہ پیش کیا گیا ہے کوئی خیالی محبوب نہیں جس کے لئے وہ اپنی جان کھپائیں وہ اس دنیا کی جیتی جاگتی مخلوق ہے اس کا جسم اس کا لباس، اس کی گفتگو اور اس کی ادائیں سب مشرقی ہیں۔ وہ ہرجائی نہیں وہ شرم و حیا اور عفت و عصمت کا مجسمہ ہے۔ انہوں نے محبوب کا ایک نیا تصور پیش کیا ہے جو بنت عم ☆ کا درجہ رکھتا ہے۔ حسرت کے عشق میں لذت اندوزی ہے۔

☆ عم ان کی شریک حیات بیگم نشاط النسا تھیں جن سے حسرت کو بے پناہ عشق تھا

مگر تعیش اور ہوسناکی نہیں ہے وہ محبوب کی ناز برداری میں پارسائی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کی عاشقانہ اداؤں میں لطیف سادگی، دلکشی، بھولا پن اور سنبھلی ہوئی کیفیت ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں خلوص سے کہتے ہیں ان کے عشق میں فلسفیانہ تخیل کے بجائے نفسیاتی تجربے ملتے ہیں۔ حسرت نے اردو غزل کو سچ بولنا سکھایا ہے اور بقول جلیل قدوائی "حسرت کے عشق میں ایک بے تکلف گھریلو فضا پائی جاتی ہے۔ ان کے کلام کی اہم خصوصیت جذبات کی شدت اور اثر انگیزی ہے جو اس وجہ سے ہے کہ یہ معاملات اور واقعات حقیقت پر مبنی ہیں۔

تو نے حسرت کی عیاں تہذیبی رسم عاشقی
اس سے پہلے اعتبار شان رسوائی نہ تھا

آج تک جس سے معطر ہے محبت کا مشام
آہ کیا چیز تھی وہ پیرہن یار کی بو

اللہ رے جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

آئینہ میں وہ دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا میرا خیال تو شرما کے رہ گئے

جذبہ شوق کدھر کو لئے جاتا ہے مجھے
پردہ راز سے کیا تم نے پکارا ہے مجھے

احترام حسن و عشق

حسرت نے عشق و محبت کے نازک اور لطیف جذبات اور ان کے اتار چڑھاؤ کی تصویریں بھرپور انداز میں کھینچی ہیں لیکن ان کا اظہار باوقار پیرائے میں کیا ہے کیونکہ وہ عشق و حسن دونوں کی حرمت کے قائل ہیں ان کی رسوائی گوارا نہیں ہے۔ نہ وہ خود ذلیل ہوتے ہیں نہ حسن کو ذلیل کرتے ہیں۔ ان کا عشق بھی کسی طرح محبوب سے کم قابل قدر اور لائق احترام نہیں۔ یہ تہذیب رسم عاشقی حسرت کے یہاں غالب ہی سے آئی ہے۔

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

عاشقو حسن جفا کار کا شکوہ ہے گناہ
تم خبردار خبردار نہ ایسا کرنا

دیار شوق میں ماتم بپا ہے مرگ حسرت کا
وہ وضع پارسا اس کی وہ عشق پاکباز اس کا

ہمہ گیر رنگ

حسرت کی شاعری میں شعرائے متقدمین اور متاخرین کا رنگ بھی ملتا ہے ان کے یہاں میر کی طرح جذبہ کی شدت اور بیان کی سادگی اور سوز، درد کا تصوف غالب کی فکر اور نازک خیالی مومن کا تغزل، جرات کی بیباکی اور تسلیم کی خارجیت نمایاں ہے یہ تمام خصوصیات مل کر

Scanned with CamScanner

حسرت کے یہاں ایک نیا رنگ تغزل پیدا کردیتی ہیں جو دور حاضر کا معیار ہے اسی وجہ سے حسرت کو غزل کے قدیم اور جدید دور میں ایک واسطہ اور وسیلہ کی حیثیت حاصل ہے۔

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن
طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرت اثر و حسن بیان کی رونق

طرز مومن میں مرحبا حسرت
تیری رنگین نگاریاں نہ گئیں

شیرنی نسیم ہے سوز و گداز میر
حسرت تیرے سخن پہ ہے لطف سخن تمام

غرضیکہ حسرت نے اپنی غزل میں دہلوی داخلیت اور لکھنوی خارجیت کو بڑی خوبصورتی سے سمویا ہے۔

ہے زبان لکھنؤ میں رنگ دہلی کی نمود

معاملہ بندی

حسرت کے یہاں جرات کی معاملہ بندی بھی ہے لیکن انہوں نے ان معاملات میں دردن پردہ کو سنبھلے ہوئے انداز میں اپنا کر اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے ان کے یہاں یہ معاملہ بندی عشق و محبت کی حرف و حکایت کی صورت میں نظر آتی ہے تعیش اور ہوسناکی کی شکل میں نہیں۔

کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونہ دفعتاً"
اور دوپٹہ سے ترا منہ کو چھپانا یاد ہے

تجھ سے ملتے ہی وہ کچھ بے باک ہوجانا میرا
اور ترا دانتوں میں وہ انگلی دبانا یاد ہے

مائل بہ شوق مجھے پا کے وہ بوے ہنس کر
دیکھو تم نے جو چھوئے آج ہمارے گیسو

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر
وہ بولے کہ اس کی اجازت نہیں ہے

Scanned with CamScanner

رجائیت

حسرت کے یہاں قنوطیت نہیں ہے ان کے یہاں ہمیں گریہ وزاری اور ماتم گساری نہیں ملتی۔ غم کے تیر سے وہ بھی گھائل ہوتے ہیں لیکن یہ غم عشق ہے جو اپنے اندر نشاط کے سارے انداز چھپائے ہوئے ہے۔ دل اس کی آرزو کرتا ہے اس واسطے کہ زیست کا مزہ اسی کا مرہون منت ہے۔ محبوب کی قربت کا احساس اور کامیابی کی امید حسرت کو مایوس نہیں ہونے دیتی اس طرح وہ مریضانہ غم پسندی کا شکار ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

ترے ستم سے میں خوش ہوں کہ غالباً یوں بھی
مجھے وہ شامل ارباب امتیاز کرے

قوت عشق بھی کیا شئے ہے کہ ہوکر مایوس
جب کبھی گرنے لگا ہوں تو سنبھالا ہے مجھے

موسیقیت

حسرت کی عشقیہ شاعری کی سب سے اہم چیز موسیقی اور ترنم ہے جس نے ان کے اشعار میں جادو کی کیفیت پیدا کردی ہے۔

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کردیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کردیا

توڑ کر عہد کرم نا آشنا ہوجایئے
بندہ پرور جایئے اچھا خفا ہوجایئے

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

روشن جمال یار سے ہے پیرہن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

عارفانہ رنگ

حسرت کی زندگی درویشانہ بلکہ قلندرانہ قسم کی تھی وہ صوفی ہونے کے خود دعویدار تھے۔ تصوف کو مذہب کا جزو سمجھتے تھے اس لئے ان کے کلام میں تصوف کی چاشنی بھی ملتی ہے۔

Scanned with CamScanner

عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلوں کے مرتبے
مہر ذروں کو کیا قطروں کو دریا کردیا

ہم کیا کریں نہ تیری اگر آرزو کریں
دنیا میں اور کوئی بھی تیرے سوا ہے کیا

حسرت برصغیر کے عظیم رہنما تھے ان کی پوری زندگی سیاسی جدوجہد اور کشمکش میں گزری۔ لیکن اس زندگی میں بھی خودداری' بے باکی' وقار اور شرافت پائی جاتی ہے۔ ان کے کلام میں جو اشاریت بظاہر قدیم ہے اس میں نئے معنی پیدا ہوگئے ہیں اور انہیں اشاروں میں وہ اپنی تمام سیاسی کشمکش کو بیان کردیتے ہیں۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

فکر احباب کو ناحق ہے رہائی کا خیال
اور ہی کچھ ہے تمنا ترے زندانی کی

حسرت وہ اب ہوئے بھی تو کیا مائل کرم
جب ختم ساری سختی بیداد کرچکے

بے پرو بال کہاں چھوٹ کے جائیں صیاد
ہم اسیران وفا کوش کو آزاد نہ کر

اچھا ہوا کہ خاطر حسرت سے مٹ گئی
ہیبت سی اک جو خطرہ دار و رسن میں تھی

کٹ گیا قید میں ماہ رمضاں بھی حسرت
گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا

عظمت حسرت

حسرت اردو غزل کے مسیحا ہیں انہوں نے اس کے تن مردہ میں دوبارہ روح پھونکی ہے اور اس کی کھوئی ہوئی آبرو واپس دی ہے غزل کو فرسودہ جذبات کی دلدل سے نکال کر ایک عروس نو بہار کی طرح سجا دینا حسرت کا اعجاز ہے بقول رشید احمد صدیقی حسرت غزل کو اس معیار پر لے گئے کہ مستقبل میں غزل کا معیار ہمیشہ حسرت ہی رہیں گے۔ مجنوں گورکھپوری کہتے

Scanned with CamScanner

ہیں کہ "حسرت نے غزل کی نرم و نازک فطرت کو خوب سمجھا ہے۔" حسرت کا کلام ایک مربوط، مسلسل اور زندہ غزل کی تاریخ ہے۔ انہوں نے دہلی اور لکھنؤ اسکول کی زندہ اور صالح خصوصیتوں کو قبول کرکے اپنے کلام میں اس طرح جذب کرلیا ہے کہ دونوں مدرسوں کا فرق ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ حسرت کی حیثیت ماضی کو حال سے ملانے والی ایک کڑی کی ہے ان کی شاعری مادی اور روحانی دنیا کے درمیان ایک پل ہے ان کی غزل میں درد کی لو اور انسانیت کی شبنم کا پرتو ہے۔ حسرت کی شاعری میں انقلاب کی تعلیم دھیمے سروں میں دی گئی ہے۔ بقول آل احمد سرور

"اردو غزل کی نئی نسل کی ابتدا حسرت ہی سے ہوئی۔ حسرت اردو غزل کی تاریخ میں جدید و قدیم کے درمیان ایک عبوری حیثیت رکھتے ہیں۔"

"حسرت کے یہاں زبان و بیان کی ایسی بے ساختگی ملتی ہے کہ ان کے الفاظ اور تراکیب کی غرابت یا اچانک پن بھی مزہ دے جاتی ہے۔ بچوں کی مانند وہ اس درجہ معصوم اور بے تکلف ہیں کہ ان کا جابجا کھل کھیلنا اور زیادہ بھلا معلوم ہونے لگتا ہے۔ سیدھی سادی بات کو بغیر کسی فلسفہ کے مزے سے کہنا اور بس کہہ ڈالنا حسرت کا حصہ ہے۔ وہ بات کہہ کر خوش تو ہوتے ہی ہیں لیکن اس احساس سے اور زیادہ خوش ہوجاتے ہیں کہ ان کی باتوں سے دوسرے ان سے بھی زیادہ خوش ہوئے۔"

Scanned with CamScanner